

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اَزْفَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مَبْدِيًّا
بے شک ہم نے فتح دے دی تمہیں روشن فتح (فتح-۱)



فتح مسبین

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم ایس پی ایچ ڈی

بین الاقوامی سلسلہ اشاعت نمبر

۲۳

ادارہ مسعودیہ
۵، ۶/۲ - ای، ناظم آباد کراچی (سندھ)
اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۳۲۷/۶۲۰۰۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اِنْفَتْحْنَا لَكَ فَتَحًا مَّبِيدًا
بے شک ہم نے فتح دے دی تمہیں روشن فتح (فتح-۱)

فتح مبین

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایس۔ اے : بی۔ ایچ۔ ڈی

بین الاقوامی سلسلہ اشاعت نمبر

۲۳

ادارہ مسعودیہ
۵، ۶/۲ - ای، ناظم آباد کراچی (سندھ)
اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۳۲۷/۲۰۰۶ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

فتح مبین

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِيُغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا
تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ
وَيَهْدِيْكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ
نَصْرًا عَظِيْمًا ۝ (فتح ۱-۳)

(پیشک ہم نے فتح دے دی تمہیں روشن فتح تاکہ تم پر لگائے
گئے اور لگائے جانے والے الزامات کو تمہاری خاطر مٹا
دیں اور پوری فرمادیں اپنی نعمت تم پر اور چلاتے رہیں تمہیں
سیدھی راہ اور مدد فرمائیں تمہاری زبردست مدد)



یہ آیت کریمہ ماہ ذی قعدہ ۶ھ / ۶۲۸ء میں اُس وقت نازل
ہوئی جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم معاہدہ حدیبیہ کے بعد مدینہ منورہ واپس
ہوتے ہوئے مکہ معظمہ سے تقریباً ۲۵ میل دور صحنان یا کراغ النعمیم

تک پہنچے..... اس آیت کریمہ میں اُس ”فتح مُبین“ کی بشارت دی گئی ہے جس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے گئے اور لگائے جانے والے اگلے پچھلے سب الزامات مٹا کر رکھ دیے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں کہ اُس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی الزام لگائے یا اعتراض کرے..... جب بھی کسی نے اعتراض کیا یا الزام لگایا، رب کریم کی طرف سے جواب ضرور آیا..... اس آیت کریمہ میں جس فتح کی خوشخبری سنائی گئی ہے وہ مستقبل کی فتوحات کا پیش خیمہ بن گئی، اس طرح یہ آیت کریمہ ۶۔ ۶۲۸ء کے بعد سے خلافت راشدہ تک ہونے والی تمام فتوحات پر محیط ہو گئی..... اس خوشخبری نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا مسرور کیا کہ یہ خوشخبری عزیز ترین خوشخبری بن گئی۔..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل کو خود ملاحظہ فرما رہے تھے، کوئی نہیں دیکھ رہا تھا، جی تو اعتراض کرنے والوں نے حیرت و استعجاب کا اظہار کیا مگر سلام ہو اُس یقین کرنیوالے پر (صلی اللہ علیہ وسلم) جس نے تذبذب کی دھندلی فضاؤں میں یقین کا مکھڑا دکھایا.....

زمانہ گزرتا گیا..... دیکھنے والے دیکھتے رہے..... فتح پر فتح ہوتی رہی..... سبحان اللہ..... ماشاء اللہ..... حتیٰ کہ اذا جاء نصر اللہ والفتح کی نوید کانوں میں گونجنے لگی۔

۱۔ قرآن کریم: سورہ ضحیٰ، آیت نمبر ۳/سورہ کوثر، آیت نمبر ۳/سورہ قلم، آیت نمبر ۱۳/سورہ حاقہ،

آیت نمبر ۴۱، سورہ طور، آیت نمبر ۲۹

۲۔ ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۳۵

۳۔ قرآن کریم، ۱۔ ۳/نصر/۱۱۰



اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے بندوں سے نہ اقتدار مانگا نہ اختیار مانگا، اپنے لیے کچھ نہ مانگا..... اللہ کے بندوں سے اللہ کی بندگی مانگی..... پھر بھی وہ ظلم و ستم ڈھاتے رہے کہ روح انسانیت کا نپتی رہی۔ اس پر بھی بس نہیں، وطن سے بے وطن کیا، پھر بھی برسوں پیچھا کیا حملے پر حملے کیے، اللہ نے حفاظت فرمائی، اللہ نے عزت دی، اللہ نے عظمت دی، اللہ نے ہادی عالم بنایا، اللہ نے مختارِ کل بنایا.....

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱؎ نبوی / ۶۱۰ء سے ۱۳؎ نبوی / ۶۲۲ء تک مکہ معظمہ میں ناگفتہ بہ حالات میں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت فرماتے رہے..... اس طویل عرصہ میں کبھی کسی دشمن کو برا بھلا نہ کہا، کبھی کسی پر ہاتھ نہ اٹھایا۔ وہ تو رحمتِ عالم تھے، اللہ کے بندوں پر رحمت کی برکھا بن کر آئے تھے.....

قریش مکہ کے ارادے نہایت ہی خطرناک تھے۔ مجبور ہو کر بہت سے صحابہ کرام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کر گئے..... پھر جب کفارِ مکہ نے عرصہ حیات تنگ کر دیا تو رب کریم کے حکم سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۱؎ ھ / ۶۲۲ء میں ہجرت فرمائی۔..... چند غریب و مفلس صحابہ مکہ مکرمہ میں رہ گئے۔ حضور انور

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۲۸ / خصائص الکبریٰ، ص ۴۶ / سیرت ابن کثیر، ج ۱، ص ۲۴۰

صلی اللہ علیہ وسلم ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوی / ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کو مدینہ منورہ سے تھوڑی دور قبا پہنچے جہاں مسجد تعمیر کرائی۔ چار یا چودہ دن قیام فرمایا پھر جمعۃ المبارک کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے.....

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے جو مکہ مکرمہ سے تقریباً چار سو کلومیٹر ہے..... اس زمانے میں اتنا طول طویل اور کٹھن راستہ طے کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ کئی دنوں میں یہ سفر طے ہوا۔ مگر دشمن کی دشمنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی..... اس نے یہاں بھی اطمینان کا سانس نہ لینے دیا اور مکہ مکرمہ سے حملہ کرنے دشمن یہاں تک پہنچا۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مکہ مکرمہ میں دشمن پر ہاتھ اٹھایا۔ نہ مدینہ منورہ آ کر مسلمانوں کو دشمن کے خلاف مسلح کیا..... بدخواہ سے دشمنی سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن خیر خواہ سے دشمنی سمجھ میں نہیں آتی۔ درندہ صفت انسان ہی خیر خواہ سے دشمنی کرتا ہے..... کفار مکہ نے مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو چین لینے نہ دیا۔ چنانچہ ۲ھ / ۶۲۳ء میں مدینہ منورہ سے کچھ فاصلے پر غزوہ بدر پیش آیا جس میں کفار مکہ کو شرمناک ہزیمت اٹھانی پڑی۔ پھر ۳ھ / ۶۲۴ء کو مدینہ منورہ کے باہر غزوہ احد پیش آیا۔ ابتدا میں مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بہت سا جانی نقصان اٹھانا پڑا (۵ھ / ۶۲۶ء) میں مدینہ منورہ کے

باہر غزوہ خندق یا غزوہ احزاب^۱ پیش آیا جس میں عذابِ الہی کے نتیجے میں بغیر جنگ کے دشمن نے ہزیمت اٹھائی.....

مسلل جنگیں مسلسل جھڑپیں۔ مگر پھر بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئے انداز سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ عمرہ کے لیے مکہ معظمہ کا ارادہ فرما کر دنیا کو حیرت میں ڈال دیا..... جس شہر سے دشمن کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے ہجرت فرمائی، جس شہر سے دشمن مسلسل پانچ برس تک مدینہ منورہ آ آ کر حملے کرتا رہا، آج اسی شہر کی طرف سفر ہو رہا ہے، دنیا حیران ہے، یہ کیا ہو رہا ہے، زندگی کی کسی طرف سے ضمانت نہیں، اللہ پر مکمل بھروسہ ہے..... مدینہ منورہ کے مضافات میں مسلمان دیہاتیوں کو یہ دعوت دی گئی تو وہ حیران و پریشان ہو گئے، ان کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ سب لوگ زندہ بچ کر آئیں گے یا نہیں..... کیا سب لوگ موت کے منہ میں جا رہے ہیں؟..... کوئی جواب دینے والا نہیں، مگر جانے والے، محبوب کے اشارے پر زندگی سے بے نیاز ہو کر جا رہے ہیں۔ رہنے والے رہ گئے اور جانے والے چلے گئے..... پھر جب جانے والے واپس آئے تو رہ جانے والوں نے طعنے دیے کہ عمرہ کرنے گئے تھے، عمرہ کر کے کیوں نہ آئے؟ مگر یہ نہ دیکھا کہ جس

۱ — مجمع الزوائد، ج ۱۶، ص ۱۳ / خصائص، ج ۱، ص ۵۲۶ / سیرت ابن اسحاق، ج ۲، ص ۲۱۸ /

طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۴۶ / مستدرک حاکم، ج ۲، ص ۳۲۷ / طبرانی، ج ۸، ص ۲۹۸

۲ — ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۳۵

اندیشے کا اظہار کیا گیا تھا وہ سامنے نہ آیا اور حیرت انگیز طور پر وہ سب صحیح سلامت آگئے..... اُن کو معلوم نہ تھا ایک دو برس بعد جواب ملنے والا ہے۔ پھر ایسا جواب ملا کہ رہ جانے والے ہٹکا بگا رہ گئے..... سفر ابھی ختم نہ ہوا تھا۔ خواب کی تعبیر ابھی نہیں آئی تھی، آنے والی تھی، لو وہ تعبیر آگئی، فتوحات پر فتوحات ہونے لگیں اور ”انسا فتحنا لك فتحا مبینا“ کی صداؤں سے کان گونجنے لگے..... فتح و نصرت قدم چومنے لگی..... اندھیریاں چھٹنے لگیں۔ ماحول جگمگانے لگا۔ دکنے لگا۔ چمکنے لگا۔



مدینہ منورہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال المکرم ۶۔ ۵/ ۲۲۸ء میں ایک خواب دیکھا..... ایک حسین خواب..... خواب یہ دیکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ساتھ امن و سلامتی کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، کوئی حلق کئے ہوئے، کوئی قصر کئے ہوئے بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے..... کعبۃ اللہ کی کنجی لی..... طواف کیا اور عمرہ ادا کیا..... اس خواب کی تعبیر یہ لی گئی کہ عمرہ کی تیاری کی جائے۔ چنانچہ یہ سنتے ہی انصار و مہاجرین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی..... تیاریاں شروع ہو گئیں۔ مدینہ منورہ کے باہر جو قبائل مسلمان ہو چکے تھے اُن کو بھی اطلاع دی گئی ان میں یہ قبائل تھے۔

— محمد نعیم الدین مراد آبادی، خزانة العرفان، کراچی، ص ۶۰۷

غفار..... مُزَنِيه..... جُھِينَه..... اشْجَع..... اسْلَم!..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اُن کو دعوت دی تھی لیکن یہ ساتھ نہ ہو سکے اور مختلف عذر پیش کئے..... یہ بات بھی ادب کے خلاف تھی اس لیے سورہ فتح میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کو لازم قرار دیا گیا ہے^۱..... قرآن کریم میں ان دیہاتیوں کا ذکر کیا جنہوں نے مکہ معظمہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد آپ کے حضور معذرت پیش کی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے.....

”اب تم سے کہیں گے جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے کہ ہمیں ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے جانے سے مشغول رکھا۔ اب حضور ہماری مغفرت چاہیں۔ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں..... تم فرماؤ تو اللہ کے سامنے کسے تمہارا کچھ اختیار ہے۔ اگر وہ برا چاہے یا تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے، بلکہ اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے..... بلکہ تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسول اور مسلمان ہرگز گھروں کو واپس نہ آئیں گے اور اسی کو اپنے دلوں میں بھلا سمجھے

—۱— مولانا نعیم الدین مراد آبادی، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، کراچی، ص ۶۰۹

—۲— قرآن کریم، ۹/ فتح / ۲۸

ہوئے تھے اور تم نے براگمان کیا اور تم ہلاک ہونے
والے لوگ تھے!

غالباً یہ پیچھے رہ جانے والے اس لیے عتاب کے مستحق نہ ہوئے کہ عمرہ
ادا کرنا فرض نہ تھا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرنا تو فرض
تھا۔ اس فرض ناشناسی کی وجہ سے ان لوگوں کو سخت تنبیہ کی گئی۔ شاید یہ
لوگ ”اسلمنا“ کی منزل سے ”آمتنا“ کی منزل تک نہیں پہنچے تھے۔ اس
لیے ایسی باتیں کہہ دیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار
گزریں..... اور معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کفار و مشرکین نے تو آپ پر پہلے ہی
کافی الزامات لگائے تھے کہ آپ کاھن ہیں، آپ شاعر ہیں، آپ مجنون
ہیں، آپ ساحر ہیں، آپ فسانہ گریں، آپ اختلاف و انتشار پھیلا رہے
ہیں، آپ جنگ کی آگ لگا رہے ہیں، آپ بھائی کو بھائی سے جدا کر رہے
ہیں، آپ تجارتی راستوں کو مخدوش بنا رہے ہیں، آپ قومی انتظامات کو
درہم برہم کر رہے ہیں۔ اور اب جبکہ آپ عمرہ ادا کرنے کے معظّمہ روانہ
ہو رہے تھے۔ تو منافقوں نے کہا:-

”یہ لوگ موت کے منہ میں کودنے جا رہے ہیں واپس
زندہ آنا ممکن نہیں“^۲

۱۔ قرآن مجید، المائدہ، آیت ۵۸
۲۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۰۰



سفر مبارک کی تیاری مکمل ہوگئی..... چودہ سو صحابہ خدمت میں حاضر ہیں۔ جن میں مہاجرین بھی ہیں انصار بھی ہیں اور اعراب بھی، ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار ہے جو نیام میں ہے۔ عرب کے دستور کے مطابق تلوار ساتھ رکھنا ایک عام سی بات تھی۔ اور نیام میں رکھنے سے مقصود یہ تھا کہ جاے والے کسی سے جنگ کرنے نہیں جارہے بلکہ امن و سلامتی کے ساتھ، امن و سلامتی کیلئے جارہے ہیں..... جب مدینہ منورہ سے سات میل دور ذوالحلیفہ میں پہنچے تو سب نے احرام باندھ لیے۔ یہ بھی اس بات کی علامت تھی کہ قدسیوں کی یہ جماعت جنگ کرنے نہیں جارہی بلکہ امن و سلامتی کا پیغام لے کر آئی ہے..... مگر قریش مکہ کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ یہ سب جنگ کرنے کے لیے آرہے ہیں، وہ اتنے مرعوب اور مبہوت ہو گئے کہ یہ بھی نہ سوچا کہ اتنی قلیل جماعت بغیر ساز و سامان حرب چار سو کلومیٹر کی مسافت طے کر کے جنگ کے لیے کیسے آسکتی ہے۔ خوف و دہشت سے ان کی عقل ماؤف ہوگئی اور وہ جنگ کے لیے تیار ہو گئے..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع دی گئی، فرمایا!

”افسوس! کفار مکہ کو جنگوں نے کھوکھلا کر دیا ہے لیکن پھر
بھی وہ اپنی ضد سے باز نہ آئے۔“^۱

ان الفاظ میں کیسا درد و سوز پایا جاتا ہے... جس کے دل میں
انسانیت کا درد ہو اس درد و سوز کا وہی اندازہ لگا سکتا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ
ساتھ آپ نے اس عزم و ہمت کا بھی اظہار فرمایا جو اسلام کی اشاعت کے
لیے آپ کے دل میں تھا۔ آپ نے فرمایا:

”بخدا! جہاد کرتا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ مجھ کو غالب
کر دے یا مجھے اٹھالے۔“^۲

اس عرصہ میں قریش مکہ نے جنگ کے لیے چھیڑ چھاڑ شروع
کردی... ایک دفعہ رات کو چالیس پچاس حملہ آور مسلمانوں کے کیمپ میں
گھس آئے جو گرفتار کر کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش
کر دئے گئے، آپ نے معاف فرما دیا۔ پھر ایک روز مسلمان صبح کی نماز
ادا کرنے میں مصروف تھے کہ تنعیم سے اسی آدمیوں کے دستے نے حملہ کر دیا
مگر یہ بھی گرفتار ہو کر دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش ہوئے اور ان
کو بھی معاف کر دیا گیا^۳... یہ چھیڑ چھاڑ اس لیے تھی تاکہ کسی نہ کسی طرح

۱ — ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۲۳

۲ — ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۲۳

۳ — خزائن العرفان، ص ۶۱۱

جنگ پھڑپھڑ جائے... لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کرم سے مسلمانوں کو
 عطا فرمایا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت اور شانِ عفو
 و کرم دکھادی جس کا قرآن کریم میں یوں ذکر فرمایا:

اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دئے اس لیے کہ ایمان
 والوں کے لیے نشانی ہو اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے۔^۱

اور فرمایا

’اور وہی ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دئے
 اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دئے۔ وادگی مکہ میں بعد
 اس کے کہ ان پر تمہیں قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے کام
 دیکھتا ہے‘.....^۲

جب یہ مقدس قافلہ چلتے چلتے حرم شریف کی سرحد پر ’مقام حدیبیہ‘
 پہنچا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی اللہ کے حکم سے بیٹھ گئی۔
 (الحمد للہ! اس فقیر کو بھی اس مقام کی زیارت نصیب ہوئی اور سازا واقعہ
 آنکھوں میں گھوم گیا۔ بڑا سرور حاصل ہوا)۔ اونٹنی کے بیٹھنے کے بعد
 حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں خیمہ زن ہونے کا حکم دیا۔ مگر انویس
 سوکھے ہوئے تھے اس لیے صحابہ کو کچھ تامل ہوا۔ آپ سے اپنا تیرہ عنایت
 فرمایا جو ایک سوکھے کنوئیں میں گاڑ دیا گیا، اس کا گاڑنا تھا کہ کنوئیں میں

۱۔۔۔ قرآن کریم، ۲۰/ فتح، ۲۸

۲۔۔۔ قرآن کریم، ۲۰/ فتح، ۲۸

ہوتے پھوٹ پڑے اور تمام صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پانی سے سیراب ہوئے..... قریش مکہ کی طرف سے بدیل بن ورقہ جو قبیلہ بنی خزاعہ کا سردار تھا۔ چند ساتھیوں کے ساتھ تشریف آوری کا مقصد معلوم کرنے کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مقصد بتایا گیا۔ بدیل مطمئن ہو گیا۔ واپس جا کر قریش مکہ کو مشورہ دیا کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حرم شریف میں آنے دیں۔ مگر قریش مکہ بضد تھے۔ چنانچہ انہوں نے جلیس بن علقمہ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا، اس نے بھی یہی مشورہ دیا۔ پھر عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا، عروہ بھی مذاکرات سے مطمئن ہو گیا اور وہی مشورہ دیا جو دوسرے سفراء دے چکے تھے۔ نیز صحابہ کرام کی جاں نثاریوں، وارفتگیوں اور فداکاریوں کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے کہا:^۱

- (۱) بات کرتے ہیں تو سناٹا اچھا جاتا ہے
- (۲) کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر دیکھ نہیں سکتا
- (۳) وہ وضو کرتے ہیں پانی جو گرتا ہے اس پر خلقت نوٹ پڑتی ہے۔^۲

۱— سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۲۵۰

۲— خزائن العرفان، ص ۶۰۷

۳— سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۲۵۲

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رب کریم نے یہ مبارک سفر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت اور صحابہ کرام کی جاں نثاریوں اور فداکاریوں کا عالم دکھانے کے لیے کرایا تھا۔ کفار مکہ جنہوں نے ظلم و ستم، خوف و دہشت کے ماحول میں سرکارِ دو عالم کو دیکھا تھا جب کہ مسلمان ڈرے ڈرے، سہمے سہمے رہتے تھے۔۔۔ دل کے جذبات دل ہی دل میں رہتے تھے، کفار مکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے درپے تھے، ہجرت کے بعد بھی یہود مدینہ سے مل کر آپ کے خلاف سازشیں کرتے تھے، اُن کے دل میں آپ کی عظمت و شوکت کچھ بھی نہ تھی۔۔۔ مگر ہجرت کے چھ سال بعد دنیا ہی بدل چکی تھی۔ اب جو حدیبیہ میں جاں نثاروں کے جھرمٹ میں دیکھا تو حیران رہ گئے بلکہ مبہوت ہو گئے۔۔۔ ایک طرف یہ کیفیت تھی کہ جاں نثاری و فداکاری کے لیے بیقرار، جان نہ دینے کی صورت نکالی تو ناراض، دوسری طرف یہ عالم کہ طاقت و کثرت کے باوجود جھک رہے ہیں اور معاہدہ کر رہے ہیں۔۔۔ مگر ڈر ڈر کے، اس لیے وہ عروہ بن مسعود کے بیان سے بھی مطمئن نہ ہوئے۔ جب کفار مکہ کی طرف سے خاموشی ہو گئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ڈیڈ لاک ختم کرنے کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ سے بات چیت کرنے کے لیے بطور سفارت بھیجا۔ آپ نے پوری طرح یقین دلایا کہ ہم لوگ جنگ کرنے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے آئے

ہیں..... قریش اپنی بات پراڑے رہے اور آپ کو زیادہ دیر تک روک لیا جس کی وجہ سے یہ خبر اڑ گئی کہ آپ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاں نثاری کے لیے پیر کے ایک درخت کے نیچے بیعت لی، پہلے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا:

”یہ عثمان کی طرف سے بیعت ہے“^۱

جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ ہیں ورنہ آپ ان کی طرف سے بیعت نہ فراتے۔ پھر تمام صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے جوق در جوق بیعت کی..... یہ جاں نثاری اور فداکاری رب کریم کو پسند آگئی اور قرآن کریم میں سب کے لیے اپنی رضا و خوشنودی کی خوشخبری سنائی گئی۔ مختلف آیات کریمہ میں کفار مکہ کی ضد اور صحابہ کرام کی سکون و طمانیت اور یقین و ایقان اور اپنی رضا و خوشنودی کا اظہار فرمایا.....

کفار مکہ کی ضد کا ذکر کرتے ہوئے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

(۱) ”وہ وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں

مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کے

پڑے اپنی جگہ پہنچنے سے“^۲

۱— خزائن العرفان، ص ۶۱۰، بخاری شریف، مناقب عثمان غنی (عربی) ص ۵۲۳

۲— قرآن کریم، ۲۵/فتح / ۳۸

(ب) ”جبکہ کافروں نے اپنے دلوں میں اڑ رکھی وہی

زمانہ جاہلیت کی اڑ۔ تو اللہ نے اپنا اطمینان

اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا“^۱

صحابہ کرام کے یقین و ایقان کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم میں

ارشاد ہوتا ہے:

(۱) ”وہی جس نے ایمان والوں کے دلوں میں

اطمینان اتارا..... تاکہ انہیں یقین پر یقین بڑھے

اور اللہ کی ملک ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے اور

اللہ علم و حکمت والا ہے“^۲

(ب) ”وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے

بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے

تو جس نے عہد توڑا تو اس نے اپنے بڑے عہد کو

توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے

کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دیگا“^۳

صحابہ کرام سے اپنی رضا و خوشنودی کا اظہار اس طرح فرمایا:

۱۔۔۔ قرآن کریم، ۲۶/ فتح / ۲۸

۲۔۔۔ قرآن کریم، ۲/ فتح / ۲۸

۳۔۔۔ قرآن کریم، ۱۰/ فتح / ۲۸

”بے شک اللہ راضی ہو ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔“

جب کفار مکہ کو اس بیعت کی خبر ہوئی تو وہ حیران و پریشان ہوئے اور انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اپنا آخری سفیر سہیل بن عمرو کو حضرت عثمان غنی کے ساتھ بھیجا۔ کفار مکہ کو اب یقین ہو گیا تھا کہ حقیقت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے لیے نہیں عمرہ ادا کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں اور اگر جنگ کی گئی تو کفار قریش پورے عرب میں بدنام ہو جائیں گے، کیونکہ عرب کے دستور کے مطابق بیت اللہ شریف کے متولیوں کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ کسی بھی طرف سے حج یا عمرہ کے ارادے سے آنے والے کو روکیں..... یہ روکنا ان کے لیے بڑی بدنامی کا باعث ہوگا۔

ایک طرف بدنامی کا احساس دوسری طرف نہ جھکنے کا عزم و ارادہ وہ گوگلوں کے عالم میں تھے لیکن شاید سفیر کو اجازت دے دی تھی کہ حالات کا جائزہ لے کر صلح کر لی جائے تو اچھا ہے۔ حتی الامکان جنگ سے گریز کیا جائے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل معاہدہ طے پایا جس کو بعض مفسرین نے ”فتح مبین“ سے تعبیر فرمایا کیونکہ ساری فتوحات کا نقطہ آغاز یہی معاہدہ حدیبیہ ہے..... اس معاہدے میں یہ دفعات تھیں.....

۱۔ قرآن کریم، ۱۸/ فتح / ۲۸



معاهدہ حدیبیہ

.....۱ فریقین دس سال تک ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے اور

کوئی فریق چھپ کر یا اعلانیہ ایسی حرکت نہ کرے گا جو امن و آشتی

کو درہم برہم کر دے.....

.....۲ اس عرصے میں اگر کوئی قریشی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مکے

سے بھاگ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جائیگا تو آپ

اسے واپس کریں گے لیکن اگر کوئی مسلمان اپنے دین سے مرتد

ہو کر مکہ چلا جائیگا تو اہل مکہ اسے واپس نہیں کریں گے.....

.....۳ عرب کے بادیہ نشین قبائل آزاد ہیں۔ مسلمان اگر کفار کے ساتھ

چاہیں تو دوستی کا معاہدہ کر سکتے ہیں۔

.....۴ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ عمرہ کئے بغیر اہل

واپس چلے جائیں۔ البتہ آئندہ سال آ کر وہ عمرہ ادا کر سکیں گے۔

انہیں تین دن تک مکے میں ٹھہرنے کی اجازت ہوگی۔ تلوار کے سوا

ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہوگا اور تلوار بھی نیام میں ہوگی.....

.....۵ اہل مکہ ان تین دنوں میں مکے سے باہر چلے جائیں گے.....!

یہ معاہدہ بجائے خود ایک بڑی کامیابی تھی کہ اس میں من حیث القوم مسلمانوں کو تسلیم کر لیا گیا تھا جب ہی تو معاہدہ کیا گیا۔ اس معاہدے کی دوسری شق غیر منصفانہ معلوم ہوتی تھی..... پھر بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم کر لی۔ اتفاق سے تسلیم کئے جانے کے بعد کفارِ مکہ کے سفیر سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندل جو مسلمان ہو چکے تھے، معاہدے کے وقت حدیبیہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدے پر سختی سے عمل کرتے ہوئے ان کو مشورہ دیا کہ وہ مکہ مکرمہ واپس چلے جائیں..... آج اس جدید دنیا میں معاہدات کی ایسی پابندی اور پاسداری دور دور نظر نہیں آتی^۱ ابو بصیر بھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئے لیکن واپس کر دئے گئے۔ واپس جاتے ہوئے دشمن کی گرفت سے نکل کر فرار ہو گئے اور بحرِ احمر کے قریب اس مقام پر اپنا ٹھکانہ بنا لیا جہاں سے قریش کے تجارتی قافلے گزرا کرتے تھے..... مکہ مکرمہ کے مظلوم مسلمان بھی ایک، ایک کر کے ان سے آ ملے۔ یہ ایک ایسی جماعت بن گئی جو قریش کے تجارتی قافلوں پر شب خون مارا کرتی تھی اور ان کو لوٹا کرتی تھی..... مجبوراً کفارِ مکہ نے یہ درخواست پیش کی کہ معاہدہ حدیبیہ سے اس شق کو خارج کر دیا جائے، مسلمانوں کو واپس مدینہ منورہ بلا لیا جائے۔^۲

۱— سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۳۵۷

۲— سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۳۶۰

جیسا کہ عرض کیا گیا، قریش کی طرف سے معاہدے کی دوسری شق بظاہر ظالمانہ اور غیر منصفانہ معلوم ہوتی تھی اس کے باوجود تسلیم کر لی گئی۔ مگر یہ معاہدہ عمومی طور پر بعض صحابہ کرام کو اچھا نہ لگا، غالباً ایسے ہی صحابہ کرام کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور حمیت و غیرتِ اسلامی میں بول اٹھے، اُن کو یہ غم تھا کہ جب جاں نثاری اور فداکاری کے لیے صحابہ کرام تیار ہیں، تو دُب کر یہ معاہدہ کیوں کیا گیا؟ اور جس ارادے سے ہم سب آئے تھے وہ پورا بھی نہ ہوا۔ بیت اللہ شریف تھوڑی دُور ہے اور ہم محروم واپس جا رہے ہیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ لیکن وہ وہ نہیں دیکھ رہے تھے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے تھے..... آپ کے سامنے مستقبل روشن اور تابناک تھا، آپ معاہدے سے چھٹنے والی روشنی کو ملاحظہ فرما رہے تھے..... بہر حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے اپنی معروضات پیش کر ہی دیں.....

۱۔ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ہاں! ہیں.....

۲۔ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو ہم دین میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ خدا میری مدد کرے گا.....

۳۔ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم لوگ کعبے کا طواف کریں گے؟

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال کریں گے۔^۱

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معروضات پیش کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہی گفتگو فرمائی..... حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”وہ پیغمبر خدا ہیں جو کچھ کرتے ہیں خدا کے حکم سے کرتے ہیں“۔^۲

اللہ اکبر! آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسا یقین ہے، اس یقین نے ان کو بلند ترین رتبے پر فائز کیا اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین صحابی ہوئے جن کو قرآن کریم نے بھی ”صاحب“ کے لقب سے یاد فرمایا^۳..... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کے یہ لمحات

۱۔ سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۴۵۶، بحوالہ صحیح بخاری، کتاب الشروط

۲۔ ایضاً، ص ۴۵۶

۳۔ قرآن کریم، ۴۰/توبہ/۹

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیسا صبر آزما ہوں گے، کہ وہ اپنے جن سے تائید و حمایت کی امید تھی وہ بھی سوال کرنے لگے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال صبر و ضبط فرمایا..... ناگواری کے باوجود کوئی ناگواری بات نہیں فرمائی..... یہ ان شیوخ طریقت کے لیے سبق ہے جو ذرا ذرا سی بات پر اپنے مریدین سے ناراض ہو جایا کرتے ہیں بلکہ قطع تعلق بھی کر لیا کرتے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم کو یہ سبق کہاں سے ملتا؟..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا میں ہمارے لیے سبق ہے..... کاش ہم ان اسباق کو دل کی آنکھوں سے پڑھیں اور اپنے سینوں سے لگائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیاروں پر کرم فرماتے ہی تھے لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ادب و احترام سے پیش آنے کی تعلیم فرماتا ہے، غالباً اسی پس منظر میں سورہ فتح میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے۔

وَتُعْزِرُوهُ وَتُقِرُّوهُ

اور تم میرے حبیب کی تعظیم و توقیر کرو

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال و جواب تو کر لیے، مگر بعد میں سخت ندامت و پشیمانی ہوئی اور مختلف اعمال صالحہ سے اس کا تدارک فرماتے رہے..... قرآن کریم نے بھی اسی سورہ فتح میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے گواہی دی۔

وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۱

ترجمہ: "اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور

آپ میں نرم دل" .

ممکن ہے یہ اس طرف اشارہ ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال و جواب کا محرک آپ کے دل میں کافروں کی طرف سے شدت و غلظت تھی، اسی لیے معاہدہ حدیبیہ کی صورت میں کافروں پر بظاہر مہربانی گوارا نہ فرمائی اور غیر ارادی طور پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات فرمائے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے تحمل و بردباری سے جوابات عطا فرمائے..... اور آخر میں فرمایا:

”تم بہت جلد بیت اللہ کے پاس آنے والے ہو اور اس کا

طواف کرنے والے ہو“.....^۲

۱— قرآن کریم، ۲۹/ فتح/ ۲۸

۲— ضیاء القرآن، ج ۴،

نوٹ: شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقی، بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن، انوار احمدیہ میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں جس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمال عشق و محبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ ادا کرنے کے لیے اجازت چاہی، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اجازت دے کر فرمایا.....
”اے بھائی اپنی دعا میں ہمیں نہ بھولیو“

وہ کہتے ہیں کہ:-

”یہ ارشاد مجھ میں اس قدر اثر کیا کہ اگر تمام روئے زمین میری ملک

ہو جائے تو ان الفاظ کے مقابلے میں میرے پاس وہ کچھ چیز نہیں“.....

(انوار احمدی، ص ۲۰۳)

اس میں شک نہیں محبوب کی باتوں کی حلاوت محبت ہی جانتا ہے، دوسروں کو کیا پتا!

چنانچہ وہی ہوا جو آپ نے فرمایا..... اسکی تفصیل آگے آتی ہے.....
 چونکہ معاہدے کی شرائط میں طے پایا تھا کہ مسلمان اس مرتبہ واپس چلے
 جائیں گے اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانیاں کرنے کے احرام
 کھول دئے جائیں..... جوش و جذبہ اتنا تھا کہ قربانی کے لیے کسی نے پہل نہ
 کی، یہاں تک کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قربانی کی اور احرام اتارنے
 کے لیے حلق کرایا..... معاہدہ حدیبیہ کے بعد تین روز تک حضور انور صلی اللہ
 علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام فرمایا ۲۔ پھر روانہ ہوئے.....



معاہدہ حدیبیہ سے مسلمانوں کو بظاہر جو جو فوائد حاصل ہوئے ان کی
 تفصیل یہ ہے:

- ۱۔ مسلمانوں نے عملی طور پر مخالفین پر یہ ثابت کر دیا کہ وہ جنگ کا
 ارادہ نہیں رکھتے اور مکہ معظمہ کی مقدس وادی اور بیت اللہ
 شریف انکے لیے معظم و محترم ہے۔ اس عمل نے مخالفین کے
 دلوں میں مسلمانوں کے لیے جگہ پیدا کر دی۔
- ۲۔ اس معاہدے سے پہلی مرتبہ اسلام اور مسلمانوں کو رسمی
 طور پر تسلیم کر لیا گیا اور یہ بہت بڑی کامیابی تھی.....

۱۔ سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۲۵۸، بحوالہ صحیح بخاری، کتاب الشروط

۲۔ ضیاء القرآن، ج ۳، ص ۵۶۶

۳۔ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہر جگہ آجاسکتے تھے، ان کا جان و مال محفوظ تھا۔ دشمنوں سے بھی میل ملاپ میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اس میل ملاپ نے دشمنانِ اسلام کو مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع فراہم کیا.....

۴۔ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے پورے جزیرۃ العرب میں راستہ کھل گیا۔

۵۔ صلح حدیبیہ نے یہودیوں کے سرکوبی اور فتح خیبر کی راہ ہموار کر دی اور سفر حدیبیہ میں جو کچھ بھی مالی نقصان ہوا تھا اس کی تلافی کر دی اور مالی غنیمت سے سفر حدیبیہ میں شامل ہونے والے تمام صحابہ مالا مال ہو گئے.....

۶۔ قریش مکہ کی صلح پر آمادگی نے (جبکہ مسلمان تعداد میں بھی قلیل تھے اور سامانِ جنگ بھی نہ تھا۔ اور دوسری طرف سارا شہر مکہ تھا) دشمنانِ اسلام کے دلوں میں اسلام کی ہیبت پیدا کر دی۔

۷۔ کفار مکہ نے صحابہ کرام کی جاں نثاریوں کا عالم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ان کو یہ یقین ہو گیا کہ اصل جنگ سامانِ حرب سے نہیں بلکہ جذبہ جہاد سے ہے جو مسلمانوں کی نس نس میں بھرا ہوا ہے.....

۸۔ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے درمیان جنگ کی حالت ختم ہو گئی۔ آنے جانے پر پابندی نہ رہی اور تبلیغِ اسلام کا راستہ

کھل گیا۔ قبائل در قبائل مدینہ منورہ کی طرف رخ کر رہے تھے اور اسلام قبول کر رہے تھے..... مسلمانوں کی تعداد دو برس کی قلیل مدت میں دس ہزار ہو گئی.....

۹۔ امن کی وجہ سے جہاں مسلمانوں کا تسلط ہو چکا تھا وہاں اسلامی حکومت قائم کر دی گئی۔

۱۰۔ قریش کی طرف سے اطمینان ہوا تو شمالی عرب اور وسطی عرب کی مخالف قوتوں کو زیر کرنے کی طرف توجہ دی گئی..... تین ماہ بعد یہودیوں کے عام مراکز خیبر، فدک، وادی الثریٰ اور تبوک وغیرہ پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور وسطی عرب کے بادیہ نشین جو پہلے قریش کے حلیف تھے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے.....

۱۱۔ معاہدہ حدیبیہ کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایران و روم، حبشہ کے سربراہوں اور دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں اور سرداروں کو متعدد خطوط لکھے اور ان کو اسلام کی دعوت دی، اس دعوتِ اسلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ معاہدہ حدیبیہ کے بعد کیسی خود اعتمادی کی فضا پیدا ہو گئی تھی!..... الغرض

۱۔ (۱) ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۲۳-۵۳

(ب) ابلاکلام، تفسیر نمونہ، ص ۳۷

معابدہ حدیبیہ کے بعد یہ ظاہری فوائد حاصل ہوئے۔ جہاں
تک باطنی فوائد کا تعلق ہے وہ اللہ اور اسکے حبیب کریم صلی اللہ
علیہ وسلم خوب جانتے ہیں.....



اوپر عرض کیا گیا کہ معابدہ حدیبیہ کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
نے قربانی پیش کی..... حلق فرمایا اور احرام اتارا۔ تمام صحابہ کرام نے بھی
آپ کی پیروی میں قربانیاں دیں، حلق کرایا اور احرام کھول دئے..... پھر یہ
مقدس قافلہ جو بڑے ذوق و شوق سے مدینہ منورہ سے عمرہ ادا کرنے آیا تھا،
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس قافلے کی قیادت فرما رہے تھے واپس جا رہا
تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ حزیں کا کیا عالم ہوگا؟ اس لیے نہیں
کہ خواب کی تعبیر پوری نہ ہوئی اور عمرہ ادا نہ کیا جاسکا کیونکہ وہ جو کچھ ہوا حکم
ربی سے ہوا، وہ پہلے ہی آپ کے علم میں تھا دوسروں کے علم میں نہ تھا..... مگر
محبت والوں کی باتوں نے دل کو غمگین کیا ہوگا..... مولیٰ تعالیٰ کو اپنے حبیب
کریم کا حزن و ملال ایک آن بھی گوارا نہیں..... صحابہ کرام کے بے قرار
دلوں کا کیا عالم ہوگا۔ وہ مہاجر و انصار مدینہ منورہ سے عمرہ ادا کرنے بیت
اللہ کی زیارت کرنے کے لیے خوشی خوشی کشاں کشاں چار سو کلومیٹر کی
مسافت طے کر کے آئے تھے مگر مکہ معظمہ میں ہوتے ہوئے بھی بیت اللہ
شریف سے دور ہی رہے اور محروم ہی واپس لوٹ رہے تھے.....

از درِ دوست چہ گویم بچہ عنوانِ رتم
ہمہ شوق آمدہ یوم ہمہ حرماں رتم
ابھی تیں یا چالیس کلومیٹر دور گئے ہوں گے کہ کھسلائی ہوئی کلیاں
مسکرا نے لگیں اور مرجھائے ہوئے دل کھکھلا اٹھے..... اچانک آیہ کریمہ
نازل ہوئی:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۱

(بیشک ہم نے فتح دے دی تمہیں روشن فتح)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرتوں کا عالم کچھ نہ پوچھئے..... آپ
نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے فرمایا:

”مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا

سے زیادہ محبوب اور عزیز تر ہے“.....^۲

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بھی
کی ہے اور تالیف قلب بھی..... حمایت بھی کی ہے اور تائید بھی..... قرآن
حکیم علم و دانش اور علوم غیبیہ کا خزانہ ہے..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی
اسرار الہیہ کے راز دار ہیں اور کوئی راز دار نہیں..... یہ آیت کریمہ بھی

۱۔۔۔ (۱) قرآن کریم، ۱، فتح / ۲۸

(ب) سیرت ابن ہشام، ج ۳، ص ۳۲۱-۳۲۲

۲۔۔۔ ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۳۵

اخبارِ غیبیہ سے باخبر کر رہی ہے..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان خبروں سے باخبر تھے اور وہ کچھ دیکھ رہے تھے جو دوسروں کو نظر نہیں آ رہا تھا اس لیے مسرتوں کا عالم ہی کچھ اور تھا۔ اور جو دیکھ نہیں رہے تھے صرف سن رہے تھے انہوں نے حیرت سے پوچھا؟

”کیا یہ فتح ہے کہ ہمیں خانہ خدا کی زیارت سے بھی روک دیا ہے

اور ہماری قربانی میں بھی رکاوٹ ڈال دی.....“^۱

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تُو نے بہت بُری بات کہی ہے بلکہ یہ تو ہماری عظیم

ترین فتح ہے..... مشرکین اس بات پر راضی ہو گئے ہیں

کہ تمہیں خشونت آمیز طریقے سے ٹکر لیے بغیر اپنی

سرزمین سے دور کریں اور تمہارے سامنے صلح کی پیش

کش کریں اور ان تمام تکالیف اور رنج و غم کے باوجود جو

تمہاری طرف سے انہوں نے اٹھائے ہیں ترک تعرض

کے لیے تمہاری طرف مائل ہوئے ہیں“^۲

سورہ فتح میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم

پر الزامات کا رد فرماتے ہوئے فتح پر فتح کی بشارت دی اور خواب کی سچی تعبیر

کی طرف اشارہ فرمایا۔ ارشاد ہوا.....

۱۔ جوامع الجوامع۔ انوار الثقلین، ج ۵، ص ۴۰۰، حدیث نمبر ۹

۲۔ ایضاً، ص ۴۰۰/ ابو مکارم، تفسیر نمونہ، ص ۲۸

”بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب،
 بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ
 چاہے، امن و امان سے اپنے سروں کے بال منڈاتے
 یا ترشواتے بے خوف، تو اس نے جانا جو تمہیں معلوم نہیں
 تو اس سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی“.....!



صلح حدیبیہ کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف
 لائے۔ چونکہ حالت جنگ ختم ہو گئی تھی، اس لیے آپ نے مختلف بادشاہوں،
 بیسوں اور سرداروں کے نام دعوتِ اسلام کے لیے خطوط ارسال فرمائے۔ مثلاً

- ☆.....قیصر روم کے نام
- ☆.....خسرو پرویز کے نام
- ☆.....نجاشی کے نام
- ☆.....عزیز مصر کے نام
- ☆.....رئیس یمامہ کے نام
- ☆.....رئیس غسان کے نام

چنانچہ حضرت دحیہ کلبی کو قیصر روم کے پاس بھیجا..... حضرت عبداللہ
 بن حذافہ سہمی کو خسرو پرویز شاہ ایران کے پاس بھیجا..... حضرت حاطب بن

ابی بلتعہ کو عزیز مصر کے پاس بھیجا..... حضرت عمرو بن امیہ کو نجاشی شاہ حبشہ کے پاس بھیجا..... حضرت سلیط بن عمرو بن عبد شمس کو رؤسایمہ کے پاس بھیجا..... اور حضرت شجاع بن وہب الاسدی کو رئیس حدودِ شام کے پاس بھیجا اور حارث غسانی کے پاس بھیجا.....

صلح حدیبیہ کے بعد یہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا کہ مجاہد اسلام حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن العاص اور کلیہ برادر بیت اللہ عثمان بن طلحہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ آ کر مشرف بہ اسلام ہوئے..... بعد میں حضرت خالد بن ولید فاتح شام ہوئے اور عمرو بن العاص فاتح مصر^۲..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا.....



۱۲۹ھ/۶۴۹ء ہی میں غزوہ خیبر کا واقعہ پیش آیا۔ جس کی طرف سورہ فتح کی مذکورہ بالا آیت نمبر ۲ میں پہلے ہی اشارہ فرما دیا تھا..... مدینہ منورہ سے تقریباً تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک علاقہ تھا جس کو خیبر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کی کچھ آبادی پہاڑی پر تھی اور کچھ میدانی علاقوں میں یہودیوں نے اپنی طاقت کو اسلام کے خلاف مجتمع کیا تھا..... بڑے مضبوط قلعے اور پناہ گاہیں بنائی تھیں اس لیے اسلام کی قوت کی حفاظت کے لیے ان

۱— سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۲۶۳ بحوالہ طبری، ج ۳، ص ۱۵۵۹

۲— سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۲۷۳

کی سرکوبی ضروری تھی..... مدینہ منورہ سے بنی قریظہ اور بنی نضیر کی جلا وطنی کے بعد یہودیوں کے غیظ و غضب میں اور اضافہ ہو گیا تھا..... ان کی سرشت میں فتنہ و فساد تھا اسی وجہ سے یہ مدینہ منورہ سے نکالے گئے..... صدیوں پہلے کا وہ فساد اب بھی ان کے سینوں میں موجود ہے جو برسوں سے ہم اسرائیل کی صورت میں دیکھ رہے ہیں..... غزوہ خیبر کا تعلق چونکہ صلح حدیبیہ سے تھا اس لیے جو صحابہ حدیبیہ میں شریک تھے یہ جہاد بھی اور اس جہاد میں ملنے والا مالِ غنیمت بھی حدیبیہ میں شریک صحابہ کرام کے لیے مخصوص کر دیا گیا ورنہ بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی..... مدینہ منورہ سے مضافات کے دیہاتی قبائل جو سفرِ حدیبیہ میں ساتھ نہ گئے تھے۔ کفار مکہ کے ساتھ معاہدے کے بعد جو امن و امان کی صورت پیدا ہو گئی اور امید افزا حالات ہو گئے تو ان لوگوں نے غزوہ خیبر میں ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ روک دئے گئے اور ان کو ایک اور جنگ کی طرف دعوت دی گئی جو عہدِ صدیقی میں نبوت کے جھوٹے دعویدار مسلمانہ کذاب کے ساتھ ہوئی..... اور جس میں وحشی (جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اور بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) نے مسلمانہ کذاب کو قتل کیا..... یہ جنگ مرتد زبردست جنگجو قبائل کے ساتھ ہوئی جن کا تعلق بنی حنیفہ سے تھا۔ اس ساری تفصیل کا قرآن کریم میں اس طرح ذکر فرمایا:-

۱— سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۴۰۸-۴۱۲

۲— ضیاء القرآن، ج ۲، ص ۵۲۸-۵۲۹

”اب کہیں گے پیچھے بیٹھ رہنے والے جب تم غنیمتیں لینے چلو تو ہمیں بھی اپنے پیچھے آنے دو۔ وہ چاہتے ہیں اللہ کا کلام بدل دیں۔ تم فرماؤ ہرگز ہمارے ساتھ نہ آؤ۔ اللہ نے پہلے سے یونہی فرما دیا ہے تو اب کہیں گے بلکہ تم ہم سے جلتے ہو۔ بلکہ وہ بات نہ سمجھتے تھے مگر تھوڑی۔ ان پیچھے رہ گئے ہوئے گنواروں سے فرماؤ، عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے۔ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں پھر اگر تم فرمان مانو گے اللہ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دیگا.....“

چونکہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ تقریباً چالیس یا ساٹھ ہزار مرتدین تھے اس لیے اس آئیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا: شاید مضافاتِ مدینہ کے دیہاتیوں کی جنگ سے وہ مسلمان ہو جائیں یا معاذ اللہ دیہاتی خود ان کے رنگ میں رنگ جائیں، پہلی صورت میں ثواب کی نوید سنائی اور دوسری صورت میں عذاب کی وعید.....

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے باری باری مختلف قلعوں کا محاصرہ کیا لیکن آغازِ جنگ سے پہلے جو کچھ آپ نے فرمایا اس سے انسانیت کے لیے

آپ کے درد و سوز کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کی جنگ نہ مال و دولت کے لیے تھی نہ زمین کے لیے بلکہ اللہ کی رضا اور اللہ کے بندوں کی فلاح کے لیے..... آپ کے تمام غزوات کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہئے..... آغاز جنگ سے پہلے آپ نے یہ دعا فرمائی:

”میں اس گاؤں اور اس میں رہنے والوں کی بھلائی کی تجھ سے التجا کرتا ہوں“۔^۱

پھر جنگ شروع ہوئی اور یکے بعد دیگرے قلعے فتح ہوتے گئے..... آخری قلعے وطح اور سلاسلم کے قلعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھوں فتح ہوئے^۲ اور مال غنیمت اتنا ملا جس کا تصور بھی نہ تھا کیونکہ یہودی بڑے مالدار تھے..... قرآن کریم میں سورہ فتح میں اس طرف یوں ارشاد فرمایا:

”اور اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے بہت سی غنیمتوں کا کہ تم لوگ تو تمہیں یہ جلد عطا فرمادی“۔^۳

خیبر کی زمین مجاہدین پر تقسیم کر دی گئی..... غلے کی پیداوار و حصوں پر تقسیم کر دی جاتی..... حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقسیم

۱— ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۵۳

۲— ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۵۵

۳— قرآن کریم، ۲۰/ فتح / ۴۸

فرماتے۔ ایک حصہ مسلمانوں کے حصے میں آتا..... اس طرح خیبر کی فتح سے معیشت کی راہیں کھل گئیں..... خیبر کی زمین دو برابر حصوں میں تقسیم کی گئی نصف بیت المال، مہمانی اور سفارت وغیرہ کے لیے اور نصف مجاہدین کے لیے جو غزوہ خیبر میں شریک تھے۔ تقسیم کر دی گئی..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عام مجاہدین کی طرح ایک ہی حصہ لیا..... فتح خیبر کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز قیام فرمایا.....

خیبر کی فتح سے اسلام کی ملکی اور سیاسی حالات کا نیا دور شروع ہوتا ہے اسلام کے حقیقی دشمن دو تھے مشرکین اور یہود..... فتح خیبر سے دشمن کا ایک بازو ٹوٹ گیا یہ ایک بڑی کامیابی تھی۔ خیبر سے واپسی پر وادی ام القریٰ میں یہود نے مزاحمت کی لیکن شکست کھا کر بالآخر صلح کر لی..... ۶۲۸ء میں معاہدہ حدیبیہ کے مطابق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں جو صحابہ کرام شریک تھے ان کو ساتھ لے کر عمرہ ادا کیا..... معاہدے کے مطابق مکہ معظمہ کے مرد شہر سے باہر چلے گئے..... جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں عمرہ ادا فرما رہے تھے تو مرد اس لیے باہر چلے گئے کہ کہیں ان کے دلوں میں آپ کی صحبت اور آپ کے دیدار سے اسلام کی رغبت نہ پیدا ہو جائے..... ورنہ مردوں کا شہر چھوڑ کر شہر سے باہر نکل جانا کوئی معنی نہیں رکھتا..... کفار مکہ کی عورتیں اور بچے کوٹھوں پر چڑھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلکش مناظر کے نظارے کرتے رہے..... یقیناً ان کے دلوں میں اسلام کی عظمت و شوکت کا سکہ بیٹھ گیا ہوگا جو مردوں پر بھی اثر انداز ہوا ہوگا.....



معاہدہ حدیبیہ دس سال کے لیے ہوا تھا۔ لیکن خدا کو منظور نہ تھا۔ یہ معاہدہ ۸ھ/۶۳۰ء میں ٹوٹ گیا..... ہوا یوں کہ مسلمانوں کے حلیف قبیلہ خزاعہ کے بعض افراد کو اہل مکہ کے حلیف قبیلہ بنو بکر نے قتل کر دیا اور حرم شریف میں اُن کا خون بہایا۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قبیلہ خزاعہ کے چالیس افراد فریاد لے کر پہنچے تو آپ نے قریش مکہ کے سامنے یہ تین شرطیں پیش کیں:-

۱..... مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

۲..... قریش مکہ بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

۳..... اعلان کر دیا جائے کہ معاہدہ ٹوٹ گیا۔

چونکہ کفار مکہ غرور و نخوت میں مبتلا تھے اس لیے انہوں نے تیسری شرط کو منظور کیا اور معاہدہ ٹوٹ گیا۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ معاہدہ توڑنے میں کفار مکہ نے پہل کی..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باقی رکھنے کی

۱— طبری، ج ۳، ص ۶۲۰/طبقات ابن سعد، جزء مغازی، ص ۱۹۷/زرقانی، ج ۲، ص ۳۳۶

پوری کوشش کی۔ ادھر کفار مکہ نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں، ادھر مسلمان بھی جہاد کے لیے تیار ہو گئے..... چنانچہ ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ / ۶۳۰ء کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار مجاہدین اسلام کی معیت میں مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ خدا کی شان! دو برس پہلے جب آپ مدینہ منورہ سے عمرہ ادا کرنے روانہ ہوئے تو چودہ سو صحابہ کرام تھے اور اب ڈیڑھ دو سال کے بعد دس ہزار صحابہ کرام آپ کے ہمراہ تھے..... لشکرِ اسلام کا یہ جاہ و جلال دیکھ دیکھ کر قبائل عرب بھی راستے میں آ کر ملتے جاتے..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ایک منزل دور مَرَّ الظُّهْر ان میں پڑاؤ ڈالا۔ صحابہ کرام دور دور تک پھیل گئے۔ رات کا وقت تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ آگ روشن کی جائے، تمام صحابہ نے اپنے اپنے خیموں کے آگے آگ روشن کی۔ تمام وادیاں روشنی سے جگمگا اٹھیں۔ اُوسفیان ساتھیوں کے ساتھ چوری چھپے حالات کا جائزہ لینے کے لیے نکلے۔ مگر وہ گرفتار کر لیے گئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ان کو پہاڑی کی چوٹی پر کھڑا کیا گیا تاکہ عسا کر اسلامیہ کا جاہ و جلال دیکھیں..... یہ جاہ و جلال دیکھ کر ان کے دل پر اسلام کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بڑی شان و شوکت سے مکہ معظمہ میں داخل

ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ سچا ہوا۔

”بیشک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب۔ بے

شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ اگر اللہ چاہے

امن و امان سے^۱

شاہانِ عالم کا یہ دستور ہے کہ جب کسی دشمن ملک میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیتے ہیں^۲۔ دورِ جدید اگرچہ ترقی کا دور کہا جاتا ہے لیکن اس حوالے سے دورِ جاہلیت سے بدتر ہے..... دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، ہزاروں نہیں لاکھوں معصوم و بے گناہ انسان لقمہٴ اجل بن رہے ہیں لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ میں داخل ہو رہے ہیں تو دشمنوں سے انتقام لینے کی بجائے ارشاد فرما رہے ہیں:-

۱۔ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اس کو امن دیا جائے گا.....

۲۔ جو شخص ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا اس کو امن دیا جائے گا.....

۳۔ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا اس کو امن دیا جائیگا.....^۳

اس بے مثال اور تاریخ ساز دریا دلی اور وسعتِ قلبی کے باوجود قریش مکہ کے ایک گروہ نے تیر برس سا کر دو صحابیوں کو شہید کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا انتقام لیا اور کفار مکہ تیرہ لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حادثے کا علم ہوا تو آپ کو افسوس ہوا فرمایا..... ”قضائے الہی یہی تھی“.....

۱۔ قرآن کریم، ۲۷/ فتح/ ۴۸

۲۔ قرآن کریم، ۳۴/ نحل/ ۲۷

۳۔ سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۵۱۵

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام خیف میں قیام فرمایا۔ حرم کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ ایک، ایک کو لکڑی کی نوک سے ٹھوکر لگانے جاتے اور فرماتے جاتے:-

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ

كَانَ زَهُوقًا ۱

(اور فرماؤ کہ حق آیا، باطل مٹ گیا، بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا)

یہاں باطل کے مٹنے سے الزامات و اعتراضات کے مٹنے کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے.....

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں داخل ہونے سے پہلے سب بت نکلوادئے اور تصویریں مٹادیں یا مٹوادیں۔ پھر اندر داخل ہوئے..... نماز کا وقت آیا۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر پہلی بار اذان دی..... دشمنوں کے دل دہل گئے..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی..... فتح مکہ کے بعد آپ نے تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا.....

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ صَدَقَ وَعْدُهُ

وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ.....

۱— قرآن کریم، ۸۱/ اسراء، ۱۷۱، مجمع الزوائد، ج ۶ ص ۱۷۶/ خصائص، ج ۲، ص ۸۱/ فتح

الباقی، ج ۹، ص ۷۷

”ایک اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا توڑ دیا“۔^۱

اس خطبے میں سورہ فتح کی ان آیات کی طرف اشارے ہیں:-
..... بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی^۲

(صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے)

۲..... اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا^۳

۳..... اور ایک اور فتح جو تمہارے بس کی نہ تھی^۴

۴..... تو اس سے پہلے ایک آنے والی فتح رکھی^۵

اس مبارک خطبے میں جو نکات آپ نے بیان فرمائے وہ تاریخ ساز اور یادگار ہیں۔ آپ نے فرمایا:-

۱..... تمام مفاخر ان مقامات، خوں بہا سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔

۲..... جاہلیت کا غرور، نسب پر فخر خدا نے مٹا دیا۔

۳..... خدا کے نزدیک سب سے شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ

پرہیزگار ہے۔

۴..... خدا نے شراب کی خرید و فروخت حرام کر دی^۶.....

۱۔۔۔ سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۵۱۷

۲۔۔۔ ۵۔ قرآن کریم، ۱۔ ۱۸۔ ۲۱۔ ۲۷۔ فتح / ۲۸

۶۔۔۔ سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۵۱۷

خطبہ ارشاد کرنے کے بعد قریش کے سرداروں پر نظر ڈالی اور فرمایا:

”تم کو معلوم ہے آج تم سے کیا معاملہ کرنیوالا ہوں“

سب نے یک زبان ہو کر کہا:

”آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔“

آپ کی نجابت و شوکت پر یہ دشمن کی گواہی ہے..... یہ سن کر حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

”تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ..... تم سب آزاد ہو“.....

اس طرح آپ نے دشمن کے دلوں کو بھی فتح کر لیا۔ یہ وہی الفاظ ہیں

جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے اس وقت فرمائے^۱ جب

ان کے ظلم و ستم کی داستان ختم ہو چکی تھی لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے

چند بھائیوں کو نہیں سارے اہل مکہ کو معاف فرما کر ایک ایسی مثال قائم کر دی

جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی..... ایک اور بات جو نہایت اہم اور قابل

توجہ ہے، مسلمانوں کے مکہ مکرمہ سے جانے کے بعد کفار مکہ نے ان کے

مکانوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب جب دس برس بعد مسلمان شہر مکہ میں داخل

ہوئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کو حکم دیا۔ ”اپنی مملوکات

سے دست بردار ہو جائیں“^۲ یعنی جو زمین اور مکان اور مال و دولت وہ

۱— سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۵۱۹-۵۲۰

۲— قرآن کریم، ۹۲/ یوسف/ ۱۲

۳— سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۵۲۰

چھوڑ کر گئے تھے اور جس پر دشمن نے قبضہ کر لیا تھا اس پر کسی قسم کا دعویٰ نہ کریں، بلکہ ان کے قبضے میں رہنے دیں..... عفو و درگزر اور دریا دلی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوگی..... آج تمام قائدین لینے کی بات کرتے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دینے کی بات کی، نظام مصطفیٰ اور دوسرے نظاموں میں یہی فرق ہے کہ یہ دینے کی بات کرتا ہے اور وہ لینے کی بات کرتے ہیں..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مقام صفا میں تشریف فرما ہوئے اور مرد و عورت آ آ کر مسلمان ہوتے رہے..... اللہ اکبر! آپ نے دشمنان اسلام کی دلداری فرمائی اور ان کو اپنا بنایا..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ روز مکہ معظمہ میں قیام فرمایا۔ پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خدمت پر مامور فرمایا کہ لوگوں کو اسلامی احکام سکھائیں اور خود مدینہ منورہ روانہ ہو گئے.....

اس ”فتح مبین“ کو کھلی آنکھوں سب نے دیکھ لیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحیمانہ اور کریمانہ ارشادات کو کھلے کانوں سب نے سن لیا، ماضی میں آپ پر جو الزامات لگائے گئے تھے اور جو اعتراضات کئے گئے تھے وہ ایک ایک کر کے مٹتے چلے گئے، اللہ نے اپنے محبوب پر نعمتیں تمام کر دیں اور زبردست مدد فرمائی کہ دنیا دیکھتی رہ گئی۔

فتح مکہ کے بعد ۹ھ نومبر ۶۲۵ء میں غزوہ تبوک پیش آیا..... تبوک دمشق اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے۔ یہ خبر مشہور ہوگئی کہ رومی و عیسائی، مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کے لیے شام میں جمع ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخت گرمی اور قحط کے عالم میں تیس ہزار فوج اور دس ہزار گھوڑوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے..... تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر صحیح نہ تھی۔ یہاں آپ نے بیس دن قیام فرمایا..... قرب و جوار کے عرب عیسائی آ کر مسلمان ہوتے گئے۔ جو مسلمان نہ ہوئے وہ جز یہ دینے پر راضی ہو گئے..... واپسی پر اہل مدینہ نے آپ کا شاندار استقبال کیا کہ کئی دنوں کے بعد واپسی ہوئی تھی۔



ذی قعدہ / ذی الحجہ ۹ھ / ۶۳۱ء میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو صحابہ کا قافلہ مدینہ منورہ سے حج بیت اللہ شریف کے لیے روانہ فرمایا۔ جس کے قافلہ سالار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے..... قربانی کے لیے بیس اونٹ بھی ساتھ تھے..... حج کے بعد اعلان کر دیا گیا۔ اب کوئی مشرک کعبے میں داخل نہ ہو سکے گا..... ۲

۱۔ سیرت ابن شام، ج ۲، ص ۵۱۸ / صحیح مسلم، ج ۷، ص ۶۰ / مسند احمد، ج ۵، ص ۲۳۸ / مسلم کتاب

الفہائل، ج ۲، ص ۶۱ / اصابہ، ج ۲، ص ۳۶۶ / ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۸۸۵۲

۲۔ سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۵۷۱

اللہ اکبر! ۶۔ ۵/۶۲۸ء میں کفار مکہ کا کیا زور شور اور طنطنہ تھا پھر وہ سارا زور شور ۸۔ ۵/۶۳۰ء میں فتح مکہ کے بعد ٹوٹ کر رہ گیا۔ پھر جو کچھ بھی رہ گیا تھا وہ اب اس اعلان کے بعد دفن ہو گیا۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۱

اور شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے جائیں۔

الزام لگانے والوں نے الزام لگائے، رب کریم نے کیا جواب دیا کہ الزام لگانے والے دنگ رہ گئے اور نادم و شرمسار ہوئے..... فتح و نصرت کا یہ سلسلہ ختم نہ ہوا بلکہ ایسا شروع ہوا جس نے سارے عالم کو اپنے دامن میں لے لیا.....



ذی الحجہ ۱۰۔ ۵/فروری ۶۳۲ء میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج بیت اللہ شریف فرمایا..... ۳/ذی الحجہ کو مکہ میں داخل ہوئے، ۸/ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام فرمایا۔ اور ۹/ذی الحجہ کو عرفات میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

(۱)..... لوگو! بیشک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، ہاں عربی کو عجمی پر عجمی کو عربی پر..... سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب ۲

۱۔ قرآن کریم، ۱، فتح/۲۸

۲۔ سیرۃ النبی، ۲۷، ص ۱۵۵، بحوالہ مسند احمد

(۲)..... ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان،

مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔^۱

(۳)..... تمہارے غلام! تمہارے غلام! جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ،

جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ^۲

(۴)..... جاہلیت کے تمام خون (انتقامی خون) باطل کر دیئے گئے

اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون ربیع بن الحارث

کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہو^۳

(۵)..... جاہلیت کے تمام سود باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے

اپنے خاندان کا سود جو عباس بن عبدالمطلب کا ہے باطل کرتا

ہوں^۴

(۶)..... تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔^۵

(۷)..... تمہارا خون اور تمہارا مال قیامت تک اس طرح حرام ہے

جس طرح یہ دن اس مہینہ میں، اس شہر میں حرام ہے۔^۶

۱— سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۰۶ بحوالہ مستدرک حاکم ج ۱، ص ۹۳/طبری وابن اسحاق

۲— سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۵۶/بحوالہ ابن سعد

۳— سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۵۶ بحوالہ ابوداؤد بروایت جابر

۴— سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۵۷ بحوالہ صحیح مسلم و ابوداؤد

۵— سیرۃ النبی، ج ۲، بحوالہ طبری وابن ہشام

۶— سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۵۷ بحوالہ صحیح بخاری، مسلم، ابوداؤد

(۸)..... میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں اگر تم نے اس کو مضبوط

پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہو گے، وہ چیز کیا ہے، کتاب اللہ۔^۱

(۹)..... خدا نے ہر حق دار کو (بطور وراثت) اس کا حق دے دیا،

اب کسی کو وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔^۲

(۱۰)..... قرض ادا کیا جائے، عاریت لوٹائی جائے، عطیہ

لوٹایا جائے، ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔^۳

۱۱ھ/۶۳۲ء میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے اسی علالت

کے دوران شہدائے بدر کی قبور پر اپنا دیدار کرانے تشریف لے گئے وہاں جو

خطبہ ارشاد فرمایا اس کے آخری الفاظ قابل توجہ ہیں، فرمایا:-

اس سے ڈرتا ہوں کہ تم دنیا میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور اس

کے لیے آپس میں گشت و خون نہ کرو تو پھر اس طرح

ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلی قومیں ہلاک

ہوئیں۔^۴

۱— سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۵۸ بحوالہ صحاح

نوٹ ”کتاب اللہ“ ہی سے حدیث و فقہ کی تائید ہوتی ہے (۷/حشر/۵۹-۲۲/نحل/۱۶)

اس لیے کتاب اللہ کے ذکر میں حدیث و فقہ اور متعلقات حدیث و فقہ سب شامل ہیں۔ مسعود

۲— سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۵۸

۳— سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۵۹

۴— سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۷۱ صحیح بخاری کتاب الجنائز/صحیح مسلم

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول ۱۱ھ / ۶۳۲ء میں پردہ فرمایا..... فتوحات کا سلسلہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جاری رہا اور الزام لگانے والوں کو جواب ملتا رہا..... سورۃ فتح میں اس آیت کریمہ میں مستقبل میں آنے والی فتوحات کی طرف اشارہ فرمایا گیا..... فرمایا:

وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا طَا
(اور ایک اور فتح) جو تمہارے بس کی نہ تھی، وہ اللہ کے قبضے میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

چنانچہ مغرب میں شام فلسطین مصر، شمال میں افریقہ اور اسپین، اور مشرق میں عراق، ایران افغانستان برصغیر کے ممالک..... ملت اسلامیہ کی پے درپے فتوحات نے الزام لگانے والوں کو شرمسار کیا۔ وہ دل ہی دل میں کہتے تھے ہم کیا سمجھتے تھے اور کیا سے کیا ہو گیا؟ بے شک نعمت پوری کر نیوالے نے اپنی نعمت پوری کر دی اور اپنا وعدہ سچ کر دکھایا.....

اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں^۲

ہمارا اصل موضوع تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف الزامات و اعتراضات کے جواب میں رب کریم کی طرف سے ان فتوحات کا اجمالاً ذکر کرنا تھا جنہوں نے سارے الزامات و اعتراضات بالکل مٹا کر رکھ دئے.....

۱۔۔ قرآن کریم، ۲۱/ فتح / ۲۸

۲۔۔ قرآن کریم، ۲/ فتح / ۲۸

لیکن ان فتوحات کے مقاصد اور طریقہ کار کی وضاحت ضروری ہے کیوں کہ اس حوالے سے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر الزامات لگتے رہتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ نہ مال و دولت کے لیے تھی نہ زمینوں کے لیے، نہ جانوں کے خلاف تھی، نہ جسموں کے خلاف..... شاہانِ عصر نے آپ کی جنگ کو بھی اپنی جنگوں پر قیاس کیا..... جو کبھی زمین کے لیے ہوتی ہے کبھی مال و دولت کے لیے..... کبھی جانوں کے خلاف اور کبھی جسموں کے خلاف..... مسلم اور غیر مسلم مؤرخوں نے غزوات کا نقشہ کچھ اس انداز سے کھینچا گویا یہ جنگ کسی کی جان لینے کے لیے تھی، کسی کا مال لینے کے لیے تھی، کسی کی زمین لینے کے لیے تھی، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں..... قابل توجہ بات یہ ہے کہ غنیمت میں مال یا زمین جو کچھ بھی ملا وہیں کے رہنے والے قبائل پر تقسیم کیا یہ الگ بات ہے کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے مگر دور جدید کی طرح لوٹ کر کسی ملک کا مال اپنے ملک میں نہیں لے گئے..... اگر آپ مال و دولت چاہتے تو آپ اپنی دنیا کو اپنے گھر سے نہ نکالتے اور آپ کے آگے مال و دولت کے ڈھیر لگ جاتے..... آپ کا مقصد صرف اور صرف اللہ کے بندوں کو اللہ کے آگے جھکانا تھا..... جو جھک گیا سرفراز ہوا..... حالتِ جنگ میں بھی آپ کے دل میں جو اخلاص تھا اب وہ حالتِ امن میں بھی نظر نہیں آتا۔

دورِ جدید میں ایک بڑی طاقت نے بزورِ شمشیر دنیا سے یہ حق لیا ہے کہ جس کو چاہوں جب چاہوں سیدھا کر دوں..... شاید جان کے خوف سے دنیا نے

طوعاً و کرہاً یہ اصول تسلیم کیا..... بے شک یہ حق اس کو ملنا چاہئے جو دنیا اور دنیا والوں کو سنوارنے کا عزم رکھتا ہو اور اللہ کے بندوں پر مخلص و مہربان ہو لیکن جس کے بگاڑ کو سنوارنے میں ہزاروں بگاڑ ہوں وہ کیا سنوار سکتا ہے؟..... سنوارنا تو یہ ہے کہ بگڑے ہوئے سنور جائیں اور کوئی بگاڑ پیدا نہ ہو..... اللہ اکبر! آٹھ نو برس کے غزوات میں دونوں جانب سے کم و بیش ایک ہزار جانیں کام آئیں..... کتنا کم خون بہا اور کتنا عظیم انقلاب آیا!..... ایک طرف دورِ جدید کا سنوارنے والا تو دورِ قدیم کے سفاک جنگجوؤں سے کم نہیں، دوسری طرف جب ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتے ہیں تو آپ ہمیشہ امن و سلامتی کا پیغام لیے ہوئے دشمن پر مہربان نظر آتے ہیں..... مکہ مکرمہ میں..... بازارِ طائف میں..... مدینہ منورہ ہجرت کے وقت..... شہر مدینہ منورہ میں..... سفرِ حدیبیہ میں..... معاہدہ حدیبیہ میں..... خیبر میں..... تبوک میں..... پھر شہر مکہ میں..... وغیرہ وغیرہ..... جہاں دیکھئے، کرم ہی کرم ہے!

آپ کی پاک سیرت میں ہر مقام پر ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ کے نظارے نظر آتے ہیں..... ذرا سوچیں تو سہی..... جس نے دنیا کو اپنے گھر سے نکال دیا ہو اس کو مال کی چاہت ہوگی.....؟ جس نے اپنے ہاتھ سے ایک جان ہلاک نہ کی ہو اس کو کسی کی جان لینے کی چاہت ہوگی؟..... چاہت تو صرف یہ تھی کہ اللہ کے بندے اللہ کی بندگی کریں اور اللہ

کے بندوں پر مہربان رہیں..... آج دنیا کا ہر غریب و ناتواں انسان حسرت سے ایک ایک کا منہ تکتا ہے اور مہربان و دلدار نہیں پاتا..... سلام ہو اس حبیب کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جس نے سارے عالم کی دلداری فرمائی..... جس نے انسان کو انسان کا بھائی بنایا..... جس نے مسلمان کو مسلمان کا بھائی بنایا..... جس نے اخوت و بھائی چارگی کی ایسی عالمی فضا قائم کی..... جو کبھی نہ دیکھی گئی.....! صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وازواجہ و صحبہ وسلم۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

کراچی

اسلامی جمہوریہ پاکستان

۲۷ رزی القعدہ ۱۴۲۶ھ

۲۹ دسمبر ۲۰۰۵ء

لا إله إلا الله
الله أكبر
لا شريك له
لا اله الا الله
الله أكبر
لا شريك له

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (فتح - ۲)
(تا کہ تم پر لگائے گئے اور لگائے جانے والے الزامات کو تمہاری خاطر مٹا دیں)

اشتراک

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

ادارۃ مسعودیہ، ۲/۶، ۵۔ ای، ناظم آباد، کراچی

اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۴۲۷ھ / ۲۰۰۶ء



سورہ فتح کی دوسری آیت میں ایک لفظ ”ذنب“ ہے..... جس کے مختلف معانی ہیں..... بعض اوقات ایک لفظ کے کئی معانی ہوتے ہیں۔ ترجمہ کرنے والے یا معنی کا مفہوم متعین کرنے والے کو سیاق و سباق اور موقع محل کے لحاظ سے معنی کا انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ اسی سے اس کی دانائی و دور اندیشی اور علم و فضل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ قرآن کریم کی آیات کے معانی کے انتخاب میں کبھی کبھی نہ صرف سیاق و سباق بلکہ پورے قرآن کریم کو سامنے رکھنا ہوتا ہے تاکہ مفہوم کے تعین کرنے اور ترجمے میں کسی دوسری آیت کی تغلیط نہ ہوتی ہو اور مختلف آیات میں تضاد کی صورت نہ پیدا ہو جس کے لیے تاویلات کا سہارا لینا پڑے..... ”ذنب“ کے معنی کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے۔ اس کے ایک نہیں کئی معانی ہیں۔ معروف معنی کے علاوہ ایک معنی ”الزام“ بھی لیے گئے ہیں..... مفتی شریف الحق امجدی نے ”ان الله قد غفر لک“ کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:-

”ذنب“ کے معنی ”گناہ“ کے بھی ہیں اور ”الزام“ کے بھی۔
قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول موجود ہے
”لَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُون“

— گناہ، جرم، Crime Guilt، Sin، Fault، الفرائد الدرر،

دارالمشرق، بیروت، ۱۹۴۷ء، ضمیمہ ص ۱۸۴

(۱۳/اشعراء/۲۶) ان کا مجھ پر ”الزام“ ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قتل نہ کرویں۔ ”غفر“ کے معنی چھپانے کے ہیں۔ عباب میں ہے۔ الغفر تغطية اور اس کے معنی مٹانے کے بھی ہیں اب قد غفر الله کا مطلب یہ ہوا کہ آپ پر جتنے بھی الزامات لگے یا لگائے جائیں گے سب کو اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا۔ ماضی کے الزامات کا مٹایا جانا ظاہر ہے اور آئندہ کے الزاموں پر ماضی کا اطلاق اس لیے ہے کہ ان کا مٹایا جانا یقینی ہے۔ (نزہۃ القاریٰ)

بذیل حدیث نمبر ۲۱)

بعض دوسرے مفسرین نے بھی یہ معنی لیے ہیں۔ مثلاً صاحب تفسیر ضیاء القرآن وغیرہ (جلد ۴، لاہور، ۱۳۹۹ء، ص ۵۳۱-۵۳۲) اصل میں بعض کتب لغات میں معروف معنی کے علاوہ ”ذنب“ کے اور معانی بھی آئے ہیں۔ مفتی نظام الدین (دارالعلوم اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ، انڈیا) نے ایک استفتاء کے جواب میں اپنے محققانہ فتوے میں عربی لغات کے حوالے سے ”ذنب“ کے کئی معانی لکھے ہیں جو ان علماء کے لیے مفید ہوں گے جو ”ذنب“ کو معنی میں ہی محصور خیال فرماتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:-

۱..... پیچھے لگنا، دم، ہر چیز کا پچھلا حصہ (الجمع الوسیط، ص ۳۱۶)

۲..... پشت، چکتی کا گوشت، لمبی دم، سب سے پیچھے چلنے والا اونٹ

۳..... سب سے پیچھے چلنے والا اونٹ

۳..... عمامہ، شملہ

(لسان العرب، ج ۱، ص ۳۹۰)

۴..... ہر وہ کام جس کا انجام بُرا ہو۔

(المفردات فی غریب القرآن، ص ۱۸۱)

۵..... کوئی بھی اثر جو شے پر مرتب ہو

(المجمع الوسیط، ص ۸۱)

۶..... پونچھ، دُم، آسمان کی ایک شکل کا نام جس کے ایک طرف کو

”راس“ دوسری طرف کو ”ذنب“ کہتے ہیں، دُم دار ستارہ۔

(فیروز اللغات، حصہ اول مطبوعہ لاہور، ص ۴۹۰)

۷..... شملہ، دُم

(الفرائد الذریہ، دارالمشرق بیروت ۱۹۷۷ء، ص ۱۸۴)

ڈاکٹر صداقت اللہ خاں صاحب نے بدایوں سے تاج العروس من

جواہر القاموس (مطبوعہ مصر ۱۳۰۶ھ ص ۳۵۴ سے ۳۵۶) کے صفحات کے

عکس بھیجے ہیں جس میں ذنب کے مختلف معانی پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی

ہے مثلاً دم، پیچھے آنے والا، قبر، پستی، جرم، معصیت، لشی الدنی،

الخسین الرذل، ڈول وغیرہ مختلف معانی لکھے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ

بصورت استدلال و استشہاد عرب شعراء کے اشعار اس تفصیل سے پیش کئے

گئے ہیں کہ اگر لکھے جائیں تو ایک رسالہ بن جائے۔

مندرجہ ذیل کتب لغات میں بھی معروف معنی کے علاوہ دوسرے معنی

لکھے ہیں:-

- ۱..... لوئیس معلوف
(المنجد ص ۲۳۸ بیروت)
- ۲..... محمد حسن اعظمی
(المعجم الاعظم، ج ۲، ص ۱۰۳۰)
- ۳..... وحید الزماں
(لغات الحدیث، ج ۲، ص ۳۰، کراچی)
- ۴..... قاضی زین العابدین،
(قاموس القرآن، ص ۲۳۰، کراچی)
- ۵..... عبدالرشید نعمانی
(لغات القرآن، ج ۳-۴، ص ۳۵-لاہور)
- ۶..... عبدالحفیظ بلیاوی
(مصباح اللغات، ص ۲۳۳، دہلی)
- ۷..... جبران مسعود
(الرائد، ج ۱، ص ۶۹۹، بیروت)
- ۸..... الدكتور محمد حسین ہیکل
(معجم الفاظ القرآن الکریم، ج ۱، ص ۴۲۸، طہران)
- ۹..... شیخ محمد طاہر
(مجمع بحار الانوار، ج ۱، ص ۴۳۶، لکھنؤ)
- ۱۰..... محمد غیاث الدین
(غیاث اللغات، ص ۲۲۵)
- ۱۱..... عبدالرشید
(منتخب اللغات، ص ۱۷۷)

۱۲..... مصطفیٰ خاں

(نفائس اللغات، ص ۳۸۷، مطبع مصطفائی)

۱۳..... خلیل الرحمان نعمانی
(المعجم، ص ۵۶۰، کراچی)

چوں کہ ”ذنب“ کے معروف معنی کے علاوہ دوسرے معنی بھی ہیں جو ”الزام“ سے مناسبت رکھتے ہیں، غالباً انہی کو سامنے رکھتے ہوئے ”ذنب“ کے معنی ”الزام“ کئے گئے ہیں، بلکہ محسوس یہ ہوتا ہے کہ اصل معنی یہی ہوں گے۔ بعد میں ممارست کی وجہ سے اصل معنی کے علاوہ معروف معنی مراد لیے جانے لگے۔ فقیر نے آیت فتح کی تفسیر و تشریح میں جو کچھ لکھا وہ اسی معنی کو سامنے رکھ کر لکھا ہے۔ چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر، آیت کے سیاق و سباق اور موقع محل کا یہی تقاضا تھا.....



بعض مترجمین اور مفسرین قرآن نے ”ذنب“ کے معروف معنی لیے ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو نسبت دی ہے..... یہ معروف معنی ان لغات میں بھی ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں..... مندرج ذیل کتابوں میں (بغیر تاویل اور بتاویل) ذنب کی نسبت سرکار سے کی گئی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱..... قاضی عیاض، کتاب الشفاء، ج ۲، ص ۱۳۸

۲ تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۲۹۷

۳ زرقانی، ج ۵، ص ۲۷۹

۴ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۱۲۹۳

- ۵..... مدارج النبوة، ج ۱، ص ۱۱۳-۱۲۵
- ۶..... اشعت اللمعات، ج ۱، ص ۵۵۷، ج ۲، ص ۲۰۸
- ۷..... تفسیر روح المعانی، ج ۹، ص ۵۰، ۸۶
- ۸..... تفسیر ابوسعود، ج ۷، ص ۷۳
- ۹..... تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۲۹۶
- ۱۰..... تفسیر مظہری، ج ۹، ص ۲
- ۱۱..... تفسیر صاوی، ج ۲، ص ۹۵
- ۱۲..... تفسیر کبیر، ج ۷، ص ۵۳۷
- ۱۳..... مکتوبات امام ربانی، ج ۱، مکتوب ۳۰۲
- ۱۴..... عبدالرحمن جامی، شواہد النبوة، رکن رابع، ص ۵۱
- ۱۵..... شاہ ولی اللہ، ترجمہ قرآن فارسی، ص ۶۷۸
- ۱۶..... شاہ عبدالقادر، ترجمہ قرآن، مطبوعہ کراچی، ص ۸۴۵
- ۱۷..... فضل حق خیر آبادی، تحقیق الفتویٰ، ص ۳۲۰-۳۲۱
- ۱۸..... مولانا محمد تقی علی خاں، سرور القلوب، ص ۲۳۲
- ۱۹.....: جواہر البحار، ج ۳، ص ۱۲۹۲
- جن علماء و مفسرین نے ”ذنب“ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت دی ہے (اگرچہ بہت سے حضرات نے تاویلات فرمائی ہیں) بظاہر اس کی تین وجوہ معلوم ہوتی ہیں۔
- ۱..... اسکی ایک وجہ تو یہ ہے ”ذنب“ کو معروف معنی میں محصور سمجھا گیا۔ اس کے علاوہ ظاہری ترکیب کا تقاضا بھی یہی تھا۔

۲..... دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ عقائدِ نسفی میں انبیاء علیہم السلام کے لیے صفائے کے امکان کا ذکر ہے (ص ۱۳۶) اس کے لیے تاویلات کر لی گئیں۔ لیکن مندرجہ ذیل کتابوں میں اس کی نفی کی گئی ہے اور اس میں شک نہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام صغیرہ، کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں:-

۱۔ شیخ ابوشکور سالمی، التہدید، ص ۶۸

۲۔ ملا علی قاری، شرح شفاء، ج ۲، ص ۲۷۹

۳۔ عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۱۹۵

۴۔ کرمانی علی البخاری، ج ۱، حل ۱۱۲

۵۔ شرح فقہ اکبر، ص ۵۹

۶۔ تفسیر قرطبی، ج ۱، ص ۳۰۸

۷۔ امام ابوالمنتمی، شرح فقہ اکبر، ص ۲۸

۸۔ تفسیر صاوی، ج ۲، ص ۸۰

۹۔ مخدوم جعفر بوبکانی، معاقد العقائد (قلمی، ص ۶۴)

۱۰۔ نبراس۔ شرح شرح عقائد۔ ص ۲۵۲

۱۱۔ تفسیر جمل۔ ج ۲۔ ص ۵۵۲۔

۱۲۔ عبدالغنی نابلسی۔ الفتح الربانی والفیض الرحمانی ص ۵۷

۳..... تیسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعض احادیث شریفہ سے یہ

محسوس ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی ”ذنب“

کو سرکار سے نسبت دی ہے اور محدثین کرام نے بھی اس کی تائید فرمائی ہے، مثلاً ان احادیث شریفہ میں:-

۱۔ بخاری شریف، ج اول کراچی ص ۷

۲۔ مسلم شریف، ج ۱، کراچی ص ۳۵۲، ۳۵۳

۳۔ مشکوٰۃ شریف، دہلی، ص ۱۰۸-۱۰۹۔

۴۔ مشکوٰۃ شریف۔ کتاب الصلوٰۃ، باب التحریض علی قیام اللیل

۵۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب الفتن، باب سید المرسلین

مگر محدثین کرام کی کمال تکریم و تعظیم کے ساتھ ساتھ فقیر بھی اپنی چند طالب علمانہ معروضات پیش کرنا چاہتا ہے:-

(۱)..... صحابہ کرام نے اپنی معروضات پیش کرتے ہوئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم آپ کی مثل نہیں ہیں، کیونکہ آپ کے حق میں یہ آیت نازل ہو چکی ہے کہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت کر دی گئی ہے۔ یہ معروضات سماعت فرما کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے خیال کی توثیق و تصدیق نہیں فرمائی، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید خفگی کا اظہار فرمایا حتیٰ کہ چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے اور فرمایا:

”تم میں سب سے زیادہ متقی اور سب سے زیادہ اللہ کا علم

رکھنے والا میں ہوں“

(امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج ۱، ص ۷، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث پاک میں قابل توجہ بات یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خیال کی تائید نہیں فرمائی بلکہ ناراضگی کا اظہار فرمایا حالانکہ قطعاً یہ ناراضگی کا محل نہیں تھا..... اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کو پسند نہیں فرمایا بلکہ جو کچھ فرمایا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والے، اللہ کا حکم ماننے والے آپ ہیں تو آپ سے کوئی خطا یا قصور سرزد ہو ہی نہیں سکتا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج اقدس میں کمال عاجزی و انکساری تھی، وہ برملا اس کا اظہار فرما سکتے تھے لیکن آپ نے صحابہ کرام کی دلداری کا لحاظ رکھتے ہوئے جو کچھ فرمایا اشارے کنائے میں فرمایا..... سمجھنے والوں کے لیے اس میں بہت سے راز مضمحل ہیں.....

(۲)..... مسلم شریف کی ایک حدیث میں یہی بات حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی جو بخاری شریف کی روایت میں صحابہ کرام نے فرمائی تھی..... ”یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ڈٹوب کی مغفرت کر دی ہے“۔ اس کے جواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

”خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا

ہوں“۔ (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۵۳، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث پاک میں بھی صحابہ کرام کے معروضات کے جواب میں

جاہ و جلال سے یہ فرمانا

”میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں“

اس بات کی طرف اشارہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے

ڈرتا ہے وہ کیسے خطا و قصور کے قریب جاسکتا ہے.....

۳..... صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں ایک اور صحابی نے یہی بات عرض کی یعنی ”بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنوب معاف فرمادئے ہیں“ اس کے جواب میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت جلال سے فرمایا:

”خدا کی قسم! مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ میں تم سب

سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور جن چیزوں سے

بچنا چاہئے ان کا زیادہ جاننے والا ہوں۔“

(ایضاً صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۵۴)

یہاں ایک اور بات ارشاد فرمائی جو قابل توجہ ہے: ”یعنی جن چیزوں

سے بچنا چاہئے ان کا سب سے زیادہ جاننے والا ہوں“..... خطا اور قصور

انجانے پن میں ہوتے ہیں جس مقدس ہستی کے علم کا یہ عالم ہو کہ اقوال و

اعمال حتیٰ کہ اشیاء کے حقائق کا علم ہو وہ کیسے خطا کے قریب جاسکتی ہے۔

کیونکہ خطا عدم علم کی وجہ سے ہوتی ہے..... جہاں علم ہی علم ہو..... جہاں

روشنی ہی روشنی ہو..... جہاں کوئی بات ڈھکی چھپی نہ ہو وہاں گناہ تو بہت بڑی

چیز ہے معمولی خطا و قصور کا گزر بھی نہیں ہو سکتا..... اس لیے فقیر کے نزدیک

”ذنب“ کو سرکار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت دینا احادیث شریفہ کی

روح کے خلاف معلوم ہوتا ہے..... ”ذنب“ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

سے نسبت دینے میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ سورہ فتح کی پہلی آیت کا دوسری

آیت سے ربط و تعلق قائم نہیں رہتا جو لازمی ہے۔ اس صورت میں فتح و نصرت، مغفرت ذنب کا سبب بنتی ہیں حالانکہ ان دونوں میں کوئی تعلق نہیں..... وہ کریم بغیر کسی سبب کے بھی معاف فرمادیتا ہے.....



بعض مترجمین و مفسرین قرآن نے ”ذنب“ کو امت مسلمہ سے نسبت دی ہے کیونکہ عربی میں مضاف یا مضاف الیہ کا محذوف ہونا کوئی نئی بات نہیں اور اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب بھی قائم رہتا ہے..... چنانچہ ماہر لغت عربی ڈاکٹر پیر محمد حسن مرحوم فقیر کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

”قاضی عیاض نے اس آیت اور دیگر آیات کی تشریح حشفا شریف میں کی ہے۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ہی درست ہے۔ عربی زبان میں مضاف و مضاف الیہ کو حذف کرنا عام آتا ہے اور کہیں تو دو حرف حذف کئے جاتے ہیں مثلاً

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ (۲۰/ط/۹۶)

میں ”حافر فرس“ کے الفاظ محذوف ہیں.....



مندرجہ ذیل حضرات نے ”ذنب“ کی نسبت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے آپ کی امت یا امتوں کی طرف کی ہے۔ جبکہ بعض نے اس

کی تضعیف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے.....

- ۱۔ عطا خراسانی، بحوالہ الشفاء وشرح الشفاء، ج ۲، ص ۲۸۳
- ۲۔ اسماعیل حقی، روح البیان، ج ۲۲، ص ۷۷
- ۳۔ ابوالبرکات نسفی، مدارک التنزیل (مع الخازن وغیرہ)، ج ۵، ص ۳۵۱
- ۴۔ محی الدین ابن عربی، فتوحات مکیہ، ج ۲، ص ۱۳۸
- ۵۔ فخر الدین رازی، تفسیر کبیر، ج ۲۸، ص ۶۱، ۷۹
- ۶۔ علامہ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن
- ۷۔ شیخ احمد صاوی، تفسیر صاوی، ج ۴، ص ۸۰، ۹۰، ۹۶
- ۸۔ محمد مہدی فاسی، مطالع المسرات، ص ۸۵
- ۹۔ جلال الدین سیوطی، الاتقان، ج ۲، ص ۳۳-۳۴
- ۱۰۔ تفسیر المرائی، جز ۲۶، مصر، ص ۲۸۵
- ۱۱۔ تفسیر خازن، لاہور، ص ۱۳۹
- ۱۲۔ تفسیر جلالین، کراچی، ص ۱۵۷
- ۱۳۔ عینی، ج ۱، ص ۱۹۵

لیکن ”ذنب“ کو امت سے نسبت دینے میں بھی پہلی والی بات موجود ہے..... یعنی دوسری آیت کا پہلی آیت سے ربط قائم نہیں رہتا۔ اس لیے ادبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیاق و سباق کا تقاضا یہی معلوم ہوتا ہے کہ ”ذنب“ کے معنی ”الزام“ لے کر مقامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بیان کیا

جائے۔ اور شانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی سیرتِ پاک کے اس پہلو کو روشن کیا جائے کہ آپ نے دشمنوں کے ظلم و ستم اور اپنے اور بیگانوں کے طنز و طعن اور الزامات اور اعتراضات کو کتنے صبر و تحمل سے برداشت فرمایا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی ولداری فرماتے ہوئے، آپ کی حمایت و تائید میں آپ کو پے در پے فتوحات عطا فرما کر ان الزامات اور اعتراضات کو ایسا مٹا ڈالا اور دھو ڈالا کہ نام و نشان تک باقی نہ رہا.....

التماس

استدراک کی تیاری میں مرحومین و معاصرین علماء کرام کے کتب و رسائل سے بالواسطہ اور بلاواسطہ استفادہ کیا گیا ہے، کوئی حوالہ غلط درج ہو گیا ہو تو ازراہ کرم قارئین کرام مطلع فرما کر ممنون فرمائیں، تاکہ آئندہ اڈیشن میں ضروری تصحیح کر لی جائے۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

کراچی

اسلامی جمہوریہ پاکستان

۲۸/ ذی القعدہ ۱۴۲۶ھ

۳۰/ نومبر ۲۰۰۵ء

ادارہ مسعودیہ کی کتب ملنے کے پتے

۱۔ ادارہ مسعودیہ، ۲/۶، ۵۔ ای ناظم آباد، کراچی۔ فون 92-21-6614747

۲۔ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز۔ ضیاء منزل (شوگن مینشن) آف محمد بن قاسم

روڈ، کراچی فون نمبر 2633819-2213973

۳۔ محمد عارف و عبدالراشد مسعودی۔ اسٹاکسٹ ادارہ مسعودیہ کراچی

شاپ نمبر B-2 سرخ منزل امام بارگاہ اسٹریٹ نزد کچھی میمن مسجد بالمقابل گل ف

ہوٹل صدر کراچی، پاکستان۔ فون نمبر: 021-5217281

موبائل: 0320-5032405

۴۔ مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، یونیورسٹی روڈ، پولیس چوکی محلہ فرقان آباد،

کراچی نمبر ۵، فون: 4910584-4926110

۵۔ ضیاء القرآن۔ 14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2630411-2210212

۶۔ فریڈ بک اسٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور فون نمبر۔ 042-7224899

۷۔ مکتبہ الجامعہ نقشبندیہ بستان العلوم۔

کڈہالہ (مجاہدہ آباد)، آزاد کشمیر براستہ گجرات، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

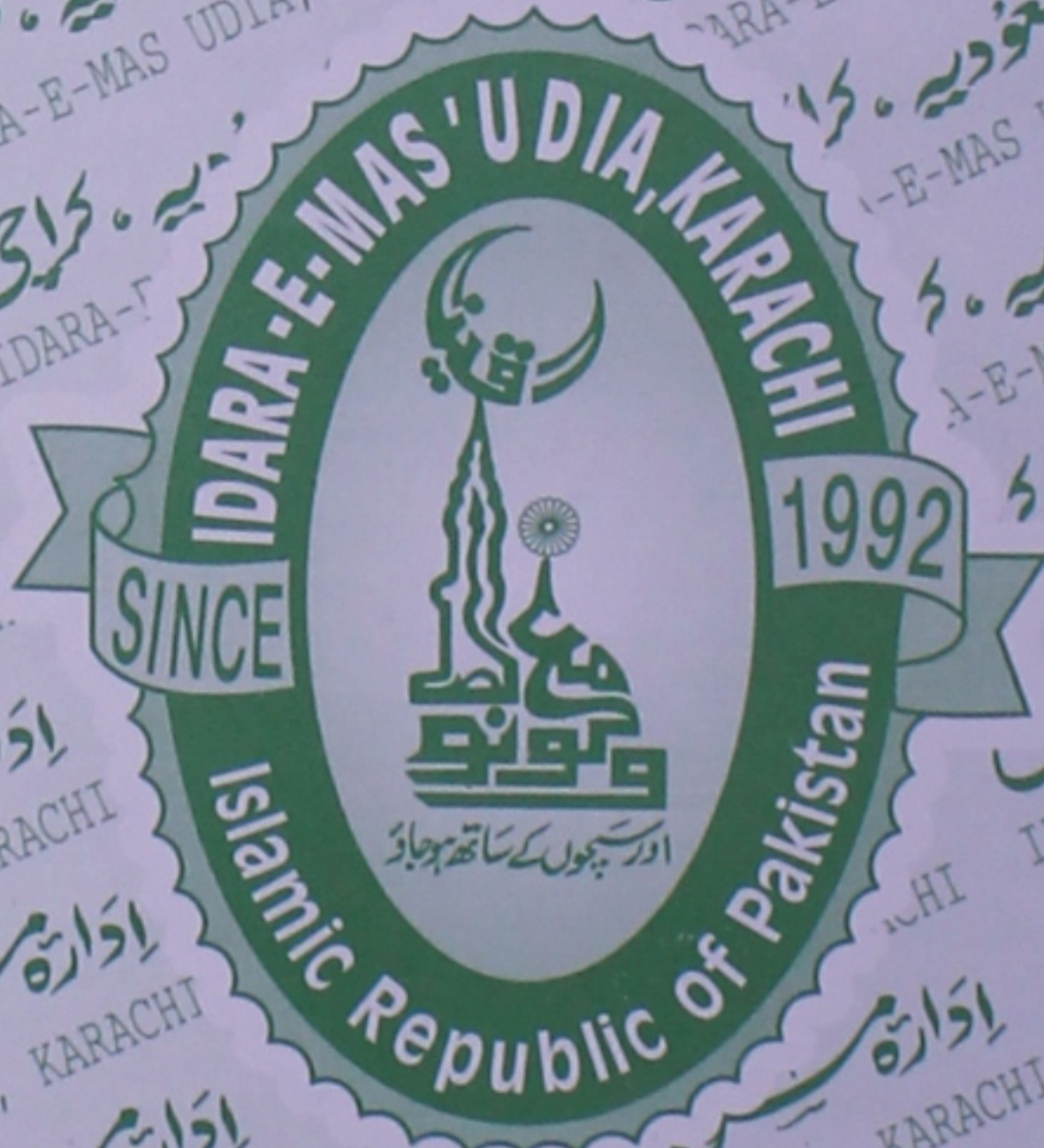
۸۔ گلوبل اسلامک مشن 355 والٹ اسٹریٹ سویٹ ۲ یونکرس، نیویارک 10701،

P.O.Box: 1515 ٹیلیفون: 914)709-1705 (914)709-1593 فیکس: (914)709-1593

۹۔ جناب منیر حسین مسعودی، 46 ہولی لین، سمیتھوک، ویسٹ ڈیلینڈز B67 7JD،

انگلینڈ، U.K.۔

ادارۃ شعوڈیہ، کراچی
IDARA-E-MAS UDIA, KARACHI



ادارۃ شعوڈیہ، کراچی
IDARA-E-MAS UDIA, KARACHI